السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور اس لحاظ سے آپ ﷺ بشر نہیں ہوسکتے اور یہ لوگ ایک حدیث حضرت جابرؓ کی پش کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا :

«إِنَّ اللہ خلَق قبل الأشیاء نورَ نبیک من نورہ»

کیا یہ حدیث صحیح ہے ؟ اور اس کا مفہوم یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجیل کے ذاتی نور سے پیدا ہوئے ہیں : اور اسی لیے آپ ﷺ کو بشر کہنا کفر یا گناہ ہے ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور علیٰ نور بلکہ منبع انوار وبرکات ہیں دنیا کفر و شرک کی ظلمتوں اور جہالت کی تاریکیوں میں بتلا تھی لیکن رحمة للعالمین اور خاتم النبیین کی ضیا، پاشیوں سے ایک عالم منور ہوا۔ خود قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصف کو اس طرح پش فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْ‌سَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرً‌ا وَنَذِيرً‌ا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّـهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَ‌اجًا مُّنِيرً‌ا ﴿٤٦﴾ ... سورة الأحزاب

اے نبی! ہم نے تجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے ۔ اس شان کا رسول کہ قیات میں اپنی امت کے شاہد اس دنیا میں اہل صلاح و تقویٰ کو بشارت دینے والے غافلوں اور سرکشوں کو ڈرانے والے اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والے اور روشن چراغ ، آپ کا وصف سراجا منیرا غالباً اس معنی میں ہے جو سورة نوح میں فرمایا :

وَجَعَلَ الْقَمَرَ‌ فِيهِنَّ نُورً‌ا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَ‌اجًا ﴿١٦﴾ نوح

یعنی اللہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا کہ اس سے دوسرے نورانی کرسے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشد وہدایت کی روشنی سب حاصل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کے طلوع کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادعیہ مبارکہ میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے :

(قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن شمالی نورا وخلفی نورا واجعل لی نورا) (صحیحین)

یا اللہ، میرے دل کو سراپا نور کر میری آنکھوں میرے کانوں کو نورانی کر میرے دائیں بائیں اور پیچھے نور ہو اور مجھے نور عظیم عطا فرما ۔

بعض روایات میں اس دعا کے آخری حصہ میں واجعلنی نورا (یا اللہ مجھے سراپا نور کردے) کے الفاظ بھی مروی ہیں ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مستفیض ہونے والوں کے لیے بھی قرآن کریم میں نور کی بشارت ہے فرمایا :

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورً‌ا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِ‌جٍ مِّنْهَا الانعام

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا ۔ پھر ہم نے اسے زندگی بخش اور اسے نور عطا کیا جس کی برکت سے وہ (مخالف) لوگوں میں چلتا پھرتا ہے (اور وہ ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے) کہیں اس شخص جیسا ہوسکتا ہے ، جو (ضلالت اور گمراہی ، کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہو اور ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا ۔

اور دوسری جگہ فرمایا :

أَفَمَن شَرَ‌حَ اللَّـهُ صَدْرَ‌هُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ‌ مِّن رَّ‌بِّهِ الزمر

(بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو ۔ اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے (کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہوسکتا ہے

تو یہ دنیا میں ان کا حال ہے ۔ آخرت میں بھی اہل ایمان کو نمایاں نور حاصل ہو گا جیسا کہ فرمایا :

۸ التحریم يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یعنی نبی کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ ان کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف روشنی کرتا ہوا چل رہا ہوگا اور وہ خدا سے یہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر کہ اس کی روشنی آخر تک رہے۔

معلوم ہوا کہ نور سے مراد رشد و ہدایت اور ایمان (معرفت ہے) جیسا کہ آیہ کریمہ

أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ اور وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ

سے معلوم ہوتا ہے اور اس لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب رشد و ہدایت ہیں۔ تمام عالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے مستنیز ہو رہا ہے۔ آپ ؐ نور ایمان و معرفت کے منبع اور سرچشمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی بارگاہ سے نور ایمان حاصل نہیں ہوسکتا۔ سب رستے مسدود اور سب دروازے بند ہوچکے ہیں۔ صرف ایک باب محمدی کھلا ہے جس میں داخل ہو کر نور ایمان حاصل ہوسکتا ہے یا ایک نورانی کیفیت جو مومن کے ایمان صادق حسن نیت اور اخلاص کی برکت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس صورت میں قلب منور سے نورانی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کرتی ہیں۔ جیسا کہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شہروں کو دیکھ کر شام کے عیسائی راہبوں نے کہا کہ ان کے چہرے تو حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں جیسے نورانی ہیں جس کی طرف اشارہ قرآن کریم میں بھی ہے۔ فرمایا:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ الفتح

یعنی ان کی ایمانی کیفیتوں کے انوار ان کے چہروں سے مشاہدہ کئے جاتے ہیں۔

اور یہی کیفیت اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی علی حسب مراتب ہوتی ہے کہ ان کے باطنی نور کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں نظر آتے ہیں یہ تو اصحاب کرام اور ان کے ابتاع کا حال ہے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (نورانی کیفیتوں کا کیا کہنا ہے ہماری زبان اس کے بیان سے گنگ اور قلم عاجز و قاصر ہے صلی اللہ علیہ وسلم (کما یحب و یرضیٰ لم

لیکن یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ذاتی نور سے پیدا ہوئے نہ صرف یہ کہ جہالت ہے۔ بلکہ صریح کفر ہے اس لئے کہ:۔

۔اس کا معنی یہ ہوگا کہ ذات الٰہی کا نور مادہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات الٰہی جزو ہیں ا

العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اور یہ عقلاً و شرعاً غلط ہے۔ کیونکہ ذات الٰہی کا نور مادی نہیں ہوسکتا اور مجرو من المادہ کے لئے مادیات کا مادہ ہونا ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں اس باطل عقیدہ کی بنا پر ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور) کے اجزاء میں اور جو چیز مرکب اجزاء سے ہوگی وہ اپنے وجود کے قیام میں اجزاء کی محتاج ہوگی اور احتیاج حق سبحانہ و تعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔ نی اگر اللہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس نے اپنے ذاتی نور کا ایک حصہ الگ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو تیار کیا۔ تو معاذاللہ! معاذاللہ! اللہ جل شانہ کے ذاتی نور کا ایک جزو کم ہوگیا۔ اور کوئی مسلمان بلکہ کوئی بھی انسان جو خدا کو کامل صفات کا مالک سمجھتا ہے ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

کاش ان لوگوں میں کچھ بھی بصیرت ہوتی اور علم دین کا کچھ بھی حصہ انہیں حاصل ہوتا تو یوں شان باری تعالیٰ میں ایسی گستاخی نہ کرتے۔ انہیں کیا معلوم کہ ذات الٰہی کے نور سے متعلق قرآن کریم اور احادیث میں کیا ارشادات ہیں۔ دیکھیے صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے:

(قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخمس کلمات وفیھا حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سجات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلق)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسل ہم میں خطاب ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے اور پانچ مسائل بیان فرمائے۔ ان میں ایک مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے۔ اگر ہو اس حجاب کو اٹھا دے۔ تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو جہاں تک اللہ جل شانہ کی نگاہ پہنچے سب کو جلا دے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمام مخلوق کو محیط ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تمام مخلوق اس کے نور ذات سے جل کر تباہ ہو جائے۔ اور کنزالعمال میں بروایت طبرانی کبیر یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر عظمت و جلال کو دیکھا ہے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے اور ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے درمیان ستر حجاب ہیں اور پھر فرمایا:

(ما تسمع نفس من حس تلک الحجب الا زھقت)

کوئی جان ایسی نہیں جو ان حجابوں کی سرسراہٹ سن لے اور فوراً نہ نکل جائے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب اشتیاق دیدار کا اظہار کیا تو جواب ملا؟ چالیس دن کی میعاد پوری ہوچکنے کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب شرف مکالمہ بخشا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام بلاواسطہ کلام حق جل مجدہ سننے سے کچھ اس طرح لذت گیر ہوئے کہ کمال اشتیاق سے دیدار الٰہی کی آرزو کرنے لگے اور بے ساختہ درخواست پیش کر دی جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

۱۴۳ الاعراف وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ

یعنی جب موسیٰ علیہ السلام (اس واقعہ مذکورہ میں) ہمارے مقررہ وقت پر آئے تھے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا تھا (تو شدت انباط سے دیدار کا اشتیاق ہوا) اور عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے کہ ایک نظر آپ کو دیکھ لوں۔ بارگاہ حق جل مجدہ سے ارشاد ہوا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے (کیونکہ یہ آنکھیں تاب جمال الٰہی نہیں لا سکتیں) لیکن تمہاری تشفی کے لیے یہ تجویز کرتے ہیں کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ ہم اپنے جمال کی ایک ذرا سی تجلی جھلک اس پر ڈالتے ہیں۔ اگر پہاڑ اس کو برداشت کر سکا، اور اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے پس اس کے رب نے جب تجلی فرمائی تو تجلی انوار نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا۔ بے شک آپ کی ذات پاک ہے (کہ یہ آنکھیں اس کے دیکھنے کی تاب لا سکیں) میں نے رویت جمال الٰہی کی طلب جو بلا اجازت کر دی تھی۔ اس سے توبہ کرتا ہوں اور (انک لن ترانی) کا جو ارشاد ہے سب سے پہلے اس پر یقین کرتا ہوں، کیونکہ عین الیقین سے مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے جمال ذاتی کا مشاہدہ اس دنیا میں مادی آنکھوں سے نہیں ہوسکتا۔

نص قرآنی سے معلوم ہواکہ اس دنیا میں مادی آنکھوں سے انوارذات الٰہی کا کوئی تخص وہ عظیم المرتبت نبی اللہ بھی کیوں نہ ہو مشاہدہ نہیں کرسکتا۔ پھر یہ کہنا کہ۔ انوارذات الٰہی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ کیسی نادانی کی بات ہے اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ انوار وبرکات کے حامل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں (نورانی اراہ) وہ ایک نور ہے۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

یہ حضرت ابوذرؓ کی روایت مسند امام احمد اور صحیح مسلم یں مروی ہے۔ عبداللہ بن شفیق کہتے ہیں۔ میں نے حضرت ابوذرؓ سے عرض کیا۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوتا تو ایک سوال کرتا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا، تم کیا سوال کرتے تو اس نے کہا۔ (کنت اسالہ ھل رای ربہ عزوجل) میں یہ سوال کرتا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا۔ بھائی میں نے یہ سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ میرے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس قدر فرمادیتے کہ نہیں میں نے نہیں دیکھا۔ تو سوال کا جواب کافی تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا۔ وہ ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں یعنی ہرگز نہیں دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہوں۔ اور مبالغہ سے انکار کی وجہ وہی ہے جو صحیح مسلم میں بروایت ابوموسیٰ اشعری مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے۔ اگر وہ اس حجاب کو اٹھاوے تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو جہاں تک حق سبحانہ و تعالیٰ کی نگاہ پہنچے، سب کو جلادے۔

(اور امام مالک کے الفاظ ہیں: (اغالم یر سجان افی الدنیا لانہ باق والباقی لایری بالفانی فاذا کان فی الاخرۃ رزقوا ابصارا باقیۃ راوالباقی بالباقی) (فتح الباری ص ۳۴۷ ج ۲۰

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دنیا میں اس لئے نہیں دیکھا جاسکتا کہ ذات پاک باقی رہنے والی ہے اور فانی چی باقی کو نہیں دیکھ سکتی۔ آخرت میں اہل ایمان کو باقی رہنے والی آنکھیں عطا ہوں گی تب باقی رہنے والی آنکھ باقی رہنے والی ذات کو دیکھ سکے گی۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث صحیحین میں مروی ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت جمال ذات الٰہی حاصل ہوئی! اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

لقد تکلمت بشئی قف لہ شعری ماقلت این انت من ثلاث من حدثک فقد کذب من حدثک ان محمد ارای ربہ فقد کذب، ثم قرات، لاندرکہ الا بصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر وماکان لبشر انہ یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب، ومن خدثک الم یعلم مافی غد فقد کذب ثم قرات ومامدری نفس ماذا تکسب غدا ومن حدثک انہ کتم شیاء وقد کذب، ثم قرات یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ولکنہ رای جبریل فی صورتہ مرتین

تو نے ایسی بات کہہ دی ہے کہ اس سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں۔ سن لو یہ تین باتیں ہیں، جو کوئی تجھ سے یہ کہے تو سمجھ لو کہ اس نے جھوٹ کہا۔ پہلی بات یہ ہے، جو کوئی تجھ سے یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کی آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کا ادراک کرسکے اور وہ سب نگاہوں۔ کا ادراک کرسکتا ہے وہ لطیف وخبردار ہے۔ دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی۔ بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر اس صورت میں کہ اس کے قلب پر القاء کرے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے دوسری بات یہ ہے کہ تم سے اگر کوئی یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے ہیں تو سمجھ لو کہ اس نے جھوٹ کہا۔ اور آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا۔ اور تیسری بات یہ کہ تم سے جو شخص یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی میں سے کچھ باتیں چھپالی ہیں تو وہ جھوٹ کہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے رسول جو وحی آپ کے پاس پہنچی ہے اسے پہنچادے۔ لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دوبار دیکھا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ مثلاً ابن عباسؓ اور کعب احبارؒ سے مروی ہے کہ وہ یہی رائے رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رویت کا شرف حاصل ہے لیکن وہ بھی ان آنکھوں سے دیکھنے کے قائل نہ تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ان کے شاگرد عطار سے مروی ہے۔

عن ابن عباس قال راہ بقلبہ (ص ٦٨ ج ١) یعنی ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رویت بصری نہیں بلکہ رویت قلبی حاصل ہوئی تھی۔)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن مردویہ کی روایت ان ہی الفاظ میں نقل کی ہے۔ (عن ابن عباس قال لم یرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ انما راہ بقلبہ) یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے ذات الٰہی کو نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ جو رویت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی وہ رویت قلبی تھی۔ جامع ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عکرمہؒ کا ایک مکالمہ حضرت ابن عباسؓ سے مقول ہے۔ اس یس حضرت عباسؓ کے فتوے کی حقیقت اور بھی واضح ہوجاتی ہے۔

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال رای محمد ربہ قلت الیس اللہ یقول لاتدرکہ الابصار وھو یدرکہ الابصار قالویحک ذاک اذاتجلبے بنورہ الذی ھو نورہ وقد رای ربہ مرتین) یعنی حضرت ابن عباسؓ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو عکرمہ کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں

لَّاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِكُ الْأَبْصَارَ

تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ تو اس صورت میں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور ذاتی سے تجلی فرمائے۔ اس سے حضرت ابن عباسؓ کا بھی منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ذاتی کا مشاہدہ نہیں ہوا اور جو مشاہدہ ہوا ہے وہ مشاہدہ قلبی ہوا ہے اور وہ دو دفعہ ہوا ہے جیسا کہ صحیح مسلم بروایت ابوالعایۃ ہے۔

(قال راہ بفوادہ مرتین) (ص ۹۸ ج ۱)

حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ مشاہدہ قلبی ہوا اور دو دفعہ ہوا اور نسائی میں حضرت ابوذرؓ سے بھی اسی مضمون کی روایت ہے۔

(عن ابی ذر قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربہ بقلبہ ولم یرہ ببصرہ)

اس روایت کو پش نظر رکھتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ نے اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے اختلاف کے بارے میں جو تطبیق بیان کی ہے وہ درست نظر آتی ہے۔

(فیمکن الجمع بین اثبات ابن عباس و نفی عائشہ بان تحمل نفیھا علی رؤیۃ واثباتہ علی رؤیۃ القلب) (فتح الباری ص ۳۴۷ ج ۲۰)

یعنی حضرت عائشہؓ بصری کی قابل نہیں اور حضرت ابن عباسؓ رؤیت قلبی کے قابل ہیں اس لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں۔ بہر حال صحابہ کرام اس بارے میں متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمال ذات الٰہی کی رویت (بصری حاصل نہیں ہوئی اور وجہ اس کی وہی ہے جو احادیث میں بیان کی گئی ہے ایک تو حدیث نورانی راہ اور دوسری حدیث (حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ

جمال ذات الٰہی کے مشاہدہ بصری کا ذکر ضمناً آگیا ورنہ اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ نور محمدی کو اللہ نے اپنے ذاتی نور میں سے پیدا کیا ایک ایسی جہالت ہے جو ذات الٰہی کے تقدس و تنزیہہ کے خلاف بلکہ اسلام کے اصل اصول توحید کے خلاف اور نصاریٰ کے عقیدہ تثیت کے قریب ہے۔ نصاریٰ بھی یہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اس لحاظ سے کہ حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ بشر تھے اور بشری اوصاف کے حامل تھے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ روح اللہ ہیں وہ خداوندی صفات کے مالک ہیں۔ مردوں کو زندہ کرتے اندھوں کو بینائی بخشتے کوڑھیوں اور برص کے ریضوں کو صحت بخشتے وغیرہ وغیرہ اور اس طرح لاہوت رناسوت کے مجموعہ ہیں اسی سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا (لا تنظرونی کما انظرت النصاریٰ عیسیٰ بن ریم انما انا عبد فقولوا عبداللہ ورسولہ

میرے حق میں اس طرح غلونہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ میں صرف بندہ ہوں پس میرے حق میں یہ کہو کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے اس عقیدہ کے خلاف کس قدر زوردار اور بلیغ پیرایہ میں فرمایا۔

۹۳ لَقَدْ أَحْصَاهُمْ ۹۲ إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ۹۱ وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا ۹۰ أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا ۸۹ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا
۹۵ ... سورة مريم ۹۴ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا وَعَدَّهُمْ عَدًّا

یعنی تم ایسی بڑی بات زبان پر لائے ہو کہ اس کی وجہ سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑجائیں اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گرپڑیں کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹا تجویز کیا اور خدا کے یہ شایان شان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے کیونکہ جتنے بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب خدا کے روبرو محکوم ہو کر حاضر ہوتے ہیں اللہ نے سب کو اپنے احاطہ قدرت میں رکھا ہے اور اپنے علم سے سب کا شمار کر رکھا ہے (یہ صورت حال تو دنیا میں ہے) اور قیامت کے دن سب کے سب اللہ کے سامنے تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔ یعنی اللہ کے صفات میں حاکمیت اعلیٰ، عموم قدرت اور عموم علم، اور تمام مخلوقات کی صفات سمیت انبیاء کرام کے انقیاد فرمانبرداری احتیاج محکومیت اور بندگی ہے۔ پھر کسی شخص میں بشریت اور الوہیت کے دونوں صفات کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ تو اجتماع ضدین ہوگا اور اجتماع ضدین محال ہے۔

سوال میں جس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حدیث کا ایک فقرہ ہے، پوری حدیث قسطلانیؒ نے کتاب المواہب اللدنیۃ میں ذکر کی ہے قسطانی نے ذکر کی ہے نہ حضرت شارح زوقانی نے اس ی سند بیان کی ہے۔ اس لئے اصول محدثین کے مطابق جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو اس کی صحت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا اور جب تک حدیث صحیح سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اس پر کوئی عقیدہ مبنی نہیں ہو سکتا اب رہا اس حدیث کا متن اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ کس حد تک دوسری صحیح احادیث سے مطابقت رکھتا ہے رکھتا ہے نیز سوال میں اس حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے یا اس حدیث کی بنا پر جو عقیدہ قائم کیا گیا ہے وہ کس حد تک صحیح ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

عن جابر بن عبداللہ قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیٔ حلقہ اللہ قبل الاشیاء۔ قال یا جابر ان اللہؐ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس فلما اراد اللہ ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء فخق عن جزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم ذلک الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول حملۃ العرش ومن الثالث الجنۃ والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق الاول نور ابصار المومنین ومن الثانے نور قلوبھم وھی المعرفۃ باللہ ومن الثالث نورا نفسھم وھو التوحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یعنی حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! تمام اشیاء سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اللہ نے اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ماتحت جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت تک نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ نہ کوئی فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج، نہ چاند نہ جن نہ انسان تھا اس کے بعد جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور (محمدی) کے چار حصے کر دیئے پہلے حصہ سے قلم پیدا کیا دوسرے حصہ سے لوح محفوظ تیسرے حصہ سے عرش اس کے بعد چوتھے حصہ نور کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصہ سے ملائکہ حاملین عرش پیدا کیئے گئے دوسرے حصہ سے کرسی، تیسرے حصہ سے باقی فرشتہ اس کے بعد اس کے چوتھے حصہ نور کو پھر مزید تقسیم کیا۔ اس تقسیم کے مطابق پہلے حصہ سے آسمان کو پیدا کیا دوسرے حصہ سے زمین کو تیسرے حصہ سے جنت دوزخ کو اس تقسیم کے چوتھے حصہ کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اب پہلے حصہ سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور پیدا کیا دوسرے حصہ سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا اور وہ ہے معرفت الٰہی تیسرے حصہ سے ان کے نفوس کا نور پیدا کیا یعنی نور توحید اور وہ ہے

(لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)

اس روایت کی سند معلوم نہیں۔ اس کا متن اپنے مفہوم کے لحاظ سے صحیح روایت کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(اول شیٔ خلق اللہ جل ثناؤہ القلم وامرہ فکتب کل شیٔ یکون) (بیہقی ص ۳ ج ۹

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ جو کچھ ہونے والا ہے سب لکھ دے چنانچہ اس نے سب لکھ دیا۔ اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی ابوداؤد اور مسند امام احمد میں حضرت عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے:

اول ما خلق اللہ القلم قال لہ اکتب قال رب وما اکتب قال اکتب مقادیر کل شیٔ حتی تقوم الاعۃ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا اسے حکم دیا کہ لکھ اس نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا قیامت تک ہونے والی ہر چیز لکھو۔ تمام ہونے والے امور میں بعثت انبیاء پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کا خاتم الانبیاء ہونا بھی شامل ہے۔ اس لئے ان احادث کی بنا پر یہی کہا جائے گا کہ زمین و آسمان اور تمام جن وانس کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا۔ جس کی تائید عبداللہ بن عمرو کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے:

ان اللہ قدر مقادیر الخلق قبل ان یخلق السموت والارض بخمسین الف سنۃ وکان عرشہ علی الماء

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی۔ اس وقت اللہ کا عرض پانی پر تھا۔

جب زمین و آسمان اور اس میں بسنے مخلوقات کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل سب کی تقدیر لکھی گئی تو ظاہر ہے کہ سب سے پہلے قلم کو اللہ عزوجل نے پیدا کیا۔

اس لئے حدیث جابرؓ جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے، نہ صرف یہ کہ مجہول السند ہے بلکہ مذکورہ بالا صحیح احادیث کے خلاف ہے اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے جسے امام بخاریؒ نے صحیح میں عمران بن حصین سے روایت کیا کہ کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تفقہ فی الدین حاصل کریں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا۔ آپ نے فرمایا :

(کال اللہ ولم یکن شئی قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموت الارض وکتب فی الذکر کل شئی۔۔۔ (مشکوٰۃ باب بدا الخلق

یعنی اللہ عزوجل ازل سے موجود ہے اور کوئی چیز اللہ سے پہلے موجود نہ تھی۔ زمین و آسمان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی پیدا کیا او آنیدہ اشیاء کا مادہ حیات بننے والا تھا۔ (وجعلنا من الماء کل شئی حی) اس وقت عرش خداوندی اس کے اوپر تھا اس کے بعد زمین آسمان پیدا کیئے اور ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ (اس حدیث میں خلق السموت والارض کا ذکر لفظ "ثم" کے ساتھ کیا ہے جو ترتیب زمانی کو چاہتا ہے اور مقادیر کا ذکر حرف و کے ساتھ کیا ہے جو ترتیب کے لئے نہیں ہوتا۔ اس لئے پہلی روایات کے خلاف نہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا۔ یہاں مقصد خلق عرش کے بعد کی پیدائش کا ذکر بلا ترتیب ہے)

عرض جس قدر صحیح روایات اول خلق کے متعلق ہیں۔ کسی میں اس کا ذکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ اس لئے یہ حدیث تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

ایک حدیث جو واعظوں اور قصہ خوانوں نے مشہور کر رکھی ہے : "اول ما خلق اللہ نوری" یہ محدثین کے نزدیک بالکل بے اصل بلکہ موضوع ہے۔

حدیث جابر اپنے مفہوم کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب چیز بلکہ افسانہ ہے اب آپ حدیث جابرؓ کے مفہوم کو دیکھئے۔ اس حدیث کے الفاظ اور اس کا ترجمہ ذکر کردیا گیا ہے اس حدیث کے مفہوم کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔

۲۔ جب اللہ عزوجل کو یہ منظور ہوا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے چار حصے کردیئے تین حصوں سے قلم لوح محفوظ اور عرش پیدا کئے۔ یہ تقسیم اول ہوئی۔ نور محمدی کے چوتھے حصہ کو پھر تقسیم کردیا گیا۔

۳۔ تقسیم اول کے چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس تقسیم کے تین حصوں سے ملائکہ حاملین عرش کرسی اور باقی ملائکہ کو پیدا کیا۔ یہ تقسیم ثانوی ہوئی تقسیم ثانوی کے چوتھے حصے کو بھی تقسیم کردیا گیا۔

۴۔ تقسیم ثانوی کے چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس تقسیم کے تین حصوں سے آسمان زمین اور جنت و دوزخ پیدا کئے گئے یہ تیسری تقسیم ہوئی اس تقسیم کے چوتھے حصہ کو بھی تقسیم کیا گیا۔

۵۔ تیسری تقسیم کے چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس تقسیم کے تین حصوں سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور ان کے قلوب کا نور اور ان کے نفوس کا نور پیدا کیا۔ یہ چوتھی تقسیم ہوئی۔

۶۔ اس چوتھی تقسیم کے چوتھے حصے کا ذکر نہیں کہ یہ کہاں گیا اور اس سے کیا پیدا کیا گیا۔ نہ تو صاحب مواہب لدنیہ یعنی مصنف نے اس کا ذکر کیا اور نہ شارح نے اس کا ذکر کیا۔ شارح نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اخری تقسیم کے چوتھے حصے کا ذکر نہیں اس پر کیا گزری اور اس نور سے پیدا ہوا۔ صرف اتنا کہا کہ یہ روایت سند عبدالرزاق کی ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اس کے بعد شارح فرماتے ہیں کہ بیہقی نے بدا الخلق (ابتداء آفرینش کا ذکر) کی حدیث ذکر کی ہے لیکن وہ اس کے خلاف ہے۔ ہم نے بیہقی کی طرف رجوع کیا تو اس میں نور محمدی کی تقسیم کا کہیں ذکر نہیں۔ بلکہ جس قدر روایت بدا الخلق کے ذیل میں لکھی ہیں ان میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ یا اس مضمون کی روایت ہیں۔ کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے اور جنوں کو آگ سے پیدا کیا۔

اس روایت میں جس طرح خلق عالم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ نہ تو کتاب و سنت کے نصوص کے مطابق ہے۔ نہ علماء اسلام اور متکلمین کی تصریحات سے کوئی مناسبت رکھتا ہے۔ فلاسفا یوناں کے اس عقیدہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے کہ میدء اول سے صرف عقل اول کا صدور ہوا اور عقل اول اس قدر کمالات سے بہرہ در ہوا اور اس سے فلک اعظم یا فلک محیط کا صدور ہوا اس سے دوسرے عقول اور افلاک پیدا ہوئے متکلمین اسلام نے اس کی تردید کی اور انہی کے دلائل سے ثابت کیا کہ ان کا یہ قائدہ (الواحدہ بصدر عنہ الا الواحد) (ایک سے ایک ہی سارا ہوسکتا ہے) جس کی بنا پر یہ عقیدہ وضع کیا گیا کہ مبدء اول سے صرف عقل اول ہی کا صدور ہوسکتا ہے۔ باطل ہے۔ اس روایت کا بھی منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پہلے تو نور محمدی پیدا کیا پھر نور محمدی سے تمام کائنات پیدا کی۔ یہ عقیدہ اس قدر لغو اور باطل ہے کہ کسی دلیل کے پش کرنے کی ضرورت نہیں لیکن سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس درجہ ضلالت و گمراہی میں بتلا ہو رہے ہیں کہ وہ اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی علم کلام یا عقائد کی کتب سب ہمارے سامنے ہیں۔ کیا کسی ایک کتاب میں بھی یہ عقیدہ مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سبحانہ و تعالیٰ کے نور ذاتی سے پیدا ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام عالم پیدا کیا۔ کیونکہ اس سے بالصراحت لازم آتا ہے کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کے اجزاء ہیں بعض اجزاء سے فرشتے بعض اجزاء سے عرش و کرسی، آسمان، زمین، اور دیگر مخلوقات پیدا ہوئی اور یہ نہ صرف اہل سنت بلکہ تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اس کی شان یہ ہے۔

(ولا متبعض ولا متجزای ذی البعاض واجزاء ولا یترکب منھا ای من الابعاض والاجزاء معافی ذالک ای التبعیض والتجزی والترکیب من الاحتیاج الی الاجاء المنافی للوجوب (شرح عقائد نسفی

یعنی اللہ تعالیٰ کے نہ (ابعاض) اجزاء مرکبہ ہیں نہ اجزاء مفردہ ہیں اور نہ ان ابعاض و اجزاء سے مرکب ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں اجزاء کی طرف احتیاج ثابت ہوتا ہے اور احتیاج شان باری تعالیٰ کے منافی ہے اور اگر عیاذا با

اللہ یہ تسلیم کرلیا جائے ۔ جیسا کہ مذکورہ سوال روایت کا تقاضا ہے ۔ کہ اللہ کے ذاتی نور سے نور محمدی پیدا کیا گیا اور اسی نور سے پھر کائنات کو پیدا کیا گیا تو ایک نور خدا مشترک یا جنس مشترک بن جائے گا اور جنس کے امتیاز کے لئے فصل بلکہ فصول کی ضرورت ہوگی جس سے امتیاز ہوسکے نور اللہ میں اور نور محمدی نور ملائکہ نور ارض و سماوات وغیرہ میں اور یہ بھی شان حق جل و علا کے خلاف ہے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے ۔

(ولا یوصف بالمائیۃ ای الجانسۃ للاشیاء والجانسہ توجب التمایز عن المتجانسات بفصول مقومۃ فیلنم الترکیب (شرح عقائد)

یعنی اللہ تعالیٰ اتحاد فی الجنس کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا ۔ اس لئے کہ جنس کے لئے فصل ؂ کا ہونا ضروری ہے ۔ اس صورت میں جنس کے لحاظ سے فصل کا محتاج ہوگا اور یہ دونوں چیزیں شان خداوندی کے خلاف اور بالکل بعید ہیں ۔

؂ جنس، فصل اور قادنی لجنس اور نص مقوم یہ سب منطقی اصطلاحات ہیں اہل علم سمجھتے ہیں ا

عرض کسی لحاظ سے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہوسکتا بلکہ روایت اور روایت دونوں لحاظ سے یہ غلط ہے ۔ جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابن عباسؓ عبادہ بن صامتؓ عبداللہ عمر والعاصؓ اور عمران بن حصینؓ کی روایات کا ذکر کرچکا ہوں ۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب ''السماء والصفات'' میں بڑی تفصیل سے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے اور کئی ایک صحابہ کرام سے روایت بیان کی ہیں مزید استشہاد کے لیے دو چار روائتوں کا ذکر کرتا ہوں، پہلی روایت متعدد صحابہ کرام سے نقل کرتے ہیں : ۔

۔ عن عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن مسعود و عن ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ عزوجل ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً ثم استوی الے السماء فسوھن سبع سموت قال ان اللہ تبارک و تعالیٰ کان عرشہ علی ا (الماء ولم یخلق شیئا قبل الماء فلما اراد ان یخلق الخلق اخرج من الماء دخانا فارتفع فوق السماء فسما علیہ فسماء سماء (الحدیث ص ۲۷۲

یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور متعدد اصحابہ کرام سے آئیہ کریم هُوَالَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

کی تفسیر میں یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں کی ۔ جب مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ مخلوقات کو پیدا کیا جائے تو پانی سے دھواں سا نکالا ۔ یہ دھواں بلند ہوا ۔ اس سے آسمان بنا اور اس کا نام سماء بھی اسی لئے ہوا ۔ اس کے بعد زمین پہاڑ اور دوسری مخلوقات کی پیدائش کا ذکر ہے ۔ دوسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے :

) ۔ عن ابی ھریرۃ قال قلت یارسول اللہ انبانی عن کل شئی قال صلی اللہ علیہ وسلم کل شئی خلق من الماء (وذکر الحدیث ص ۲۷۳

یعنی ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہر چیز کی پیدائش کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز پانی سے پیدا کی گئی ہے قرآن کریم کی آیت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے ۔ سورہ نور میں فرمایا :

(واللہ خلق کل دابۃ من ماء) (۲۵/۴۲)

اور اللہ ہی نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا ۔

امام بیہقی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت جسے ہم اس سے پہلے ذکر کرچکے ہیں نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح یوں کرتے ہیں : ۔

وقولہ کان اللہ عزوجل ولم یکن شئی غیرہ یدل علی انہ لم یکن شئی غیرہ لا الماء ولاالعرش ولا غیر ھما فجمیع ذالک غیر اللہ تعالیٰ وقولہ وکان عرشہ علی الماء

یعنی ثم خلق الماء وخلق العرش علی الماء ثم کتب فی الذکر کل شئی وذالک بین فی حدیث ابی رزین العقیلی ص ۲۷۰

یعنی اس حدیث کے پہلے فقرے کا معنی یہ ہے خلق عالم سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی نہ پانی نہ عرش نہ کوئی اور چیز اور حدیث کے دوسرے فقرے وکان عرشہ علی الماء کا معنی یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ و تقدس نے پہلے پانی پیدا کیا پھر عرش کو پانی پر پیدا کیا ۔ پھر ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ مضمون ابورزین العقیلی کی حدیث میں واضح طور پر آگیا ہے وہ حدیث یہ ہے ۔

) ۔ عن ابی رزین قلت یارسول اللہ این کان ربنا قبل ان یخلق السموت والارض قال صلی اللہ علیہ وسلم کان عماء مافوقہ ھواء وماتحتہ ھواء ثم خلق العرش علی الماء ص ۲۷۰ ۳

ابورزین کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اللہ رب العزت کہاں تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلیم نے فرمایا ایک خلا تھا یا حفیف سا بادل تھا ۔ اوپر بھی ہوا نیچے بھی ہوا ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عرش کو پانی پر پیدا کیا ۔

لفظ عماء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

فان کان فی الاصل ممدود افمعناہ سحاب رقیق ویرید بقولہ فی عماء ای فوق سحاب مدبرالہ وعالیا علیہ

یعنی اگر عماء ممدود ہے تو اس کا معنی بلکا بادل اور فی بمعنی علی ہوگا جیسا کہ آیات

ءامنتم من فی السماء یعنی من فوق اسماء اور لا صلبنکم فی جذوع النخل میں (علی جذوع النخل) ہے

تو معنی حدیث کا یہ ہوا ۔ کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں اور بادلوں کے اوپر تھا ۔ اور اگر لفظ عما بغیر مد کے یعنی مقصور ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے ۔ لاشئی اب معنی حدیث کا یہ ہوگا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ موجود تھے اور کوئی دوسری چیز موجود نہ تھی ۔ پھر

اس کے بعد فرمایا ''مافوقہ ھواوماتحتہ ہوا'' اس صورت میں مَا نفی کے لئے ہو گا یعنی جب کوئی چیز نہ تھی تو نہ اوپر ہوا تھی نہ نیچے ہوا تھی یعنی کچھ نہ تھا حق جل و علاکی ذات پاک تھی اور کوئی مخلوق نہ تھی جب اللہ نے مخلوق پیدا کرنی چاہی تو پہلے پانی کو پھر عرش کو پیدا کیا اور اللہ جل شانہ کا عرش پانی پر تھا۔

ان روایات کے ساتھ اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ محدثین کرام نے بدء خلق کے باب یا عنوان کے ذیل میں جہاں یہ احادیث نقل کی ہیں جو سور بالا میں بیان کی گئی ہیں وہاں اس مضمون کی روایات بھی بیان کی کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے یہ روایات حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے:

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت الملئکۃ من نور و خلق الجان من مارج من نار و خلق ادم علیہ السلام مما وصف لکم

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جنات آگ سے اور آدم علیہ السلام جیسا کہ تمہیں بنایا گیا ہے یعنی قرآن کریم میں کہ مٹی سے پیدا کئے گئے قرآن کریم میں انسان کا مٹی سے پیدا کیا جانا متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ یہاں سورہ الحجر کی آیت لکھی جاتی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ٢٦ الحجر ٢٧

یعنی ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا (یعنی پہلے تو گارے کا خوب خمیر کیا کہ اس میں بو آنے لگی۔ پھر وہ خشک ہو گیا۔ اس قدر خشک کہ اس سے کھنکھنانے کی آواز آنے لگی۔ پھر اس خشک گارے سے انسان کا پتلا تیار کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے) اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے (دوسری آیت میں فرمایا

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ الرحمان ١٥

اور جنوں کو آگ کے شعلے سے) یعنی بغایت لطیف آگ سے کہ وہ اجزآء وخانیہ سے پاک تھی پیدا کیا۔)

اس کے بعد فرمایا کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ جب میں ایک انان کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پورا بنا لوں اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں تو تم سب اسے سجدہ تعظم بجا لانا چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے بنا لیا تو تمام فرشتوں نے اسے سجدہ کیا مگر ابلیس نے ازراہ تکبر سجدہ نہ کیا اور یہ کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا سجدہ کروں۔ ارشاد ہوا کہ مٹی سے جس انسان کو میں نے پیدا کیا ہے۔ اگر تمام ملائکہ کے سجدہ کے بعد بھی تو اس کی عظمت کا قائل نہیں ہوا تو آسمان سے نکل جا اور تو آج سے راندہ درگاہ ہے اور قیامت تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی۔

غرض حضرت عائشہؓ کی حدیث اور قرآن کریم کی آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد انسان کی تخلیق ہوئی اور انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی اور آپ نے بروایت ترمذی یہ ارشاد فرمادیا۔

الناس کلھم بنوادم وادم من تراب

تمام لوگ حضرت آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدمؑ کی پیدائش مٹی سے ہوئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے جہاں اور بہت سے کلمات حکمت بیان فرمائے یہ بھی فرمایا:

ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد، کلکم لادم وادم من تراب، اکرمکم عنداللہ اتقکم ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوی

اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے، تم سب اولاد آدم ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے تم میں سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو تم سب میں سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے کسی کو عربی ہونے کی وجہ سے کسی عجمی پر فضیلت نہیں۔ اگر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ اور اعلیٰ کردار کی۔

پس صحیح عقیدہ جو تمام اہل حدیث کا ہے یہ ہے کہ تمام انسان وہ عوام ہوں یا انبیاء و رسل سب کے سب اولاد آدم ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم اور صحیح احادیث سے واضح ہو چکا ہے اس لئے سیدنا و نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاکی ہیں۔ اور اسی لحاظ سے قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا گیا کہ

(قل انما انا بشر مثلکم)

کہہ دیجئے کہ میں بشریت میں تم جیسا ہی ہوں۔

لیکن اس کے ساتھ مجھے یہ سرداری اور فضیلت بخشی گئی ہے میں اللہ کا رسول ہوں اس کی وحی میرے پاس آتی ہے اور میں اس کا امین و مبلغ ہوں۔

خاکی ہوتے ہوئے روحانی مدارج کی جو ترقیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئیں۔ یہ عزوشرف اور عظمت کا وہ مقام ہے جس میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و سہیم نہیں۔

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ والہ

العبد المذنب الراجی الرحمۃ ربہ الودود۔ محمد داوٗد غزنوی

الاعتصام جلد نبر ۹ شمارہ نمبر ۲۸، نمبر ۲۹، نمبر ۳۱

هذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 09 ص 29-50

محدث فتویٰ